بزم مملوکیہ

(۲)

(جناب مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی لکچرر تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

(۲)

شاعر کی وطنی نسبت "تولکی" کی بابت مؤلف نے کوئی صاف بات نہیں کہی ہے۔ تذکرہ روز روشن یا پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کے خیال کا حوالہ دے دینا ناکافی ہے۔ جب کہ ان کے خیال سے مؤلف کو خود اتفاق نہیں۔ مؤلف کی تحقیق اس سے زیادہ نہیں کہ "غالباً تولکی صحیح ہے جو شاید دیلم میں کوئی قصبہ ہے۔" (ص ۲۰۳) مؤلف کو مجمع الفصحا کے بیان پر غور کرنا تھا پھر ان کو معلوم ہو جاتا کہ بلادِ دیلم میں، تولک نام کا کوئی قصبہ فرض کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ پروفیسر شیرانی مرحوم کا خیال صحیح ہے۔ تولک غور و غرجستان کے حدود میں اپنے حصار کے لئے مشہور رہا ہے۔ تاریخ سیستان میں اس کا ذکر دو بار آیا ہے (ص ۳۹۵: در رفتن ملک نیالتکین بجانب گرم سیر و غور تا حد تولک و اسفزار الخ ایضاً ص ۴۰۲ چاپ تہران ۱۳۱۴ شمسی) جہانکشائے جوینی میں ایک جگہ مذکور ہوا ہے (ج ۱ ص ۹۴ تذکار جب) اور اس کا مفصل ذکر منہاج السراج نے طبقات ناصری میں "حدیث واقعات غور و غرجستان و فیروزکوہ" کے تحت کیا ہے خود منہاج سراج اہل تولک کے ساتھ ہو کر مغلوں سے نبرد آزما ہوا تھا یہاں اس کے دو فقرے درج ہیں:

الف "اما قلعۂ تولک، ملک مبارز الدین حبشی نیزہ در از جہت سلطان محمد خوارزمشاہ طاب ثراہ ملک تولک بود۔ و قلعۂ تولک حصارے است معلق باہیچ کوہ پیوند ندارد و بنیاد آں قلعہ از منوچہر است۔" (طبقات: ص ۳۶۱ کلکتہ)

ب "و ایں کاتب کہ منہاج سراج است دریں چہار سال در غزوات با اہل

تولک موافقت می نمود کہ ہمہ اقربا و اخوان بودند و بعافیت از دست کفار بسلامت ماند۔“

(طبقات: ص ۳۶۳ کلکتہ)

مزید تفصیل کے لئے مؤلف کو طبقات ناصری کے صفحات (ص۳۶۱ تا ص۳۶۴) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے حیرت اس پر ہے کہ مؤلف نے خود صاحبِ طبقات ناصری کے تذکرہ میں تولک کا ذکر کئی بار کیا ہے اس کے باوجود عمید کے ذکر میں تولک کو دیلم کا قصبہ فرض کرتے ہیں (ص ۴۱، ۴۴)

عمید کا وہ قصیدہ جس کی ردیف ناخن ہے اور جس کے متعلق سطور بالا میں ظاہر کیا جاچکا ہے کہ ناصر الدین محمود بغرا خاں کی شان میں ہے اس کے حسب ذیل شعر میں ایک تصحیح کی بابت مؤلف کے خیال سے مجھے اختلاف ہے:

چو انگشتے کہ گر خواہد بحکم نیزۂ ہندی نشاند در ضمیر آہن و قلب خنجر ناخن

حواشی میں مؤلف کی یہ تصریح ملتی ہے —— ”رین کنگ نے ”قلب ہجر“ صحیح بتایا ہے لیکن میرے خیال میں ”قلب خنجر“ ہی صحیح ہے“ —— (ص ۱۹۰) راقم کے نزدیک دوسرا مصرعہ بلاشبہ اس طرح صحیح ہے:

نشاند در ضمیرِ آہن و قلب حجر ناخن

میرے خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ منتخب التواریخ کے ایک مصحح نسخہ میں جو ۱۲۵۰ھ نواب ضیاء الدین احمد خاں کے لئے لکھا گیا اور مکتبۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں زیر شمارہ ۱۱۹ فارسی محفوظ ہے۔ اس میں اسی طرح ہے۔ پھر Ran-King کے ترجمہ کی مراجعت سے ظاہر ہوا کہ اس نے ”قلب حجر“ کو اسی نسخہ کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے اس نے تصحیح میں ”قلب ہجر“ نہیں بتایا ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر ”قلب خنجر“ کو صحیح فرض کر لینے کی تقدیر پر ”خنجر ناخن“ بہ اضافت اور ”ضمیر آہن“ بدون اضافت پڑھنا ناگزیر ہو جاتا ہے جو صحیح نہیں اس لئے کہ پورے قصیدہ میں کہیں قافیہ کی اضافت ردیف کی طرف نہیں ملتی ہے اور اگر اس فنی سقم کا اعتبار نہ کیا جائے تب بھی ”قلب خنجر ناخن“ (بہ تتابع اضافات) کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ یہاں قطعی طور پر

"قلب حجر" صحیح ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر میں "سنگ سر" کے بجائے "سگ سیر" صحیح ہے۔ Ranking بھی مؤخر الذکر الفاظ کو صحیح سمجھتا ہے اور اول الذکر نسخہ میں ایسا ہی ہے۔ مؤلف نے اس اصلاح کی نسبت رین کنگ کی طرف نہیں کی ہے۔ (دیکھو انگریزی ترجمہ ج ۱ ص ۱۲۰ حاشیہ ۴ و ۶)

زیر بحث شاعر کے ایک اور قصیدہ کا علم مجھے ابوالحسن الحسینی فراہانی شارح قصائد انوری کے ذریعہ ہوا۔ قصیدہ تضمین اور صنعت سوال و جواب میں پچاس ابیات پر مشتمل تھا اس کے مخاطب کا نام بلکا اتابک ہے۔ مطلع اور چند اشعار جو فراہانی کے یہاں ملتے ہیں اس کے الفاظ کے ساتھ درج ذیل ہیں:

"عمید لویکی (؟) در مدح اتابک در قصیدۂ مشتمل بر تضمین و صنعت سوال و جواب کہ مطلعش اینست:

چون است حال تو بمن امروز یار گفت گفتم کہ ہست بے تو مرا حال زار گفت

از زبان معشوق در خطاب بخود گفتہ:

دی سروری کہ بہتر این روزگار دست گفتم کہ کیست بہتر این روزگار گفت
بلکا اتابک آنکہ سرد سروری ورا گفتم کہ اوست سرور و ہم نامدار گفت

فراہانی کی زبانی اسی قصیدہ کے دو شعر اور سن لیں:

بادا ہمیشہ بر ہمہ کس کشتہ شادماں گفتم کہ باد بر ہمہ کس کامگار گفت
گو اینچنیں کہ باد ورا جاوداں بقا گفتم کہ آنچناں کہ مرا آں نگار گفت

(شرح قصائد انوری: نسخہ ۱۱۰۱ھ ۔ ایشیاٹک سوسائٹی زیر شمارہ ۵۵ ہم برگ ۱۴ اب)

(۵) شمس دبیر جس کو بدایونی عہد ناصری کا شاعر قرار دیتے ہیں اس کا ذکر عمید تولکی سے بحث کرتے ہوئے آچکا ہے۔ یہاں ملا صاحب کے اصل الفاظ پیش کئے جاتے ہیں کہ ذیل میں جو بحث آرہی ہے وہ اصل عبارت کے بغیر واضح نہیں ہو سکتی:

"واز جمعے کہ در عہد ناصری کوس شاعری نواختہ بدرجہ ملک العلامی (؟ الکلامی) رسیدہ بود یکے شمس الدین دبیر است کہ آثار فضائل وکمالات او از حد بیان و توصیف و تعریف مستغنی است و میر خسرو قدس اللہ سرہ عیار اشعار خود را بر محک قبول طبع آوردہ باں مباہات فرمودہ و در دیباچہ غرۃ الکمال و در آخر ہشت بہشت (؟) کلام خود را بذکر محامد و نشر مناقب او زیور تمام بخشید و سلطان غیاث الدین بلبن در آخر حال او را منشی مملکت بنگالہ و کامرود ساختہ در ملازمت پسر بزرگ (؟) خویش نصیر (؟) الدین بغرا خاں گذاشتہ بود و ایں چند بیت از قصیدۂ اوست : ایں ہمہ کار دلم از تو بنادانی خام الخ

(منتخب التواریخ ج ۱ ص ۹۴)

اس عبارت کو پیش نظر رکھئے پھران الزامات پر غور فرمایئے جو مؤلف کی طرف سے ملا عبد القادر بدایونی کے اسی بیان پر عائد کئے گئے ہیں۔ الزامات حسب ذیل ہیں:

الف " بلبن کے بڑے لڑکے کا نام نصیر الدین بغرا خاں بتایا گیا ہے جو صحیح نہیں اس کا نام محمد سلطان تھا۔" ص ۲۶۷

ب ـــ "ملا عبد القادر بدایونی کو دہلی کے سلطان ناصر الدین محمود اور بلبن کے لڑکے ناصر الدین محمود (والی لکھنوتی) کا دھوکا ہوا اس لئے انھوں نے شمس دبیر کو عہد ناصری کا شاعر بتایا ہے اور جو قصیدہ لکھنوتی کے والد ناصر الدین محمود کی شان میں کہا گیا ہے وہ دہلی کے سلطان ناصر الدین کی طرف منسوب کر دیا۔" (ص ۲۶۷)

پہلا الزام بادی النظر میں صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ مؤلف کو معلوم ہوگا کہ ملا عبد القادر کو بلبن کے دونوں لڑکوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل تھے۔ چنانچہ عہد بلبنی کی تفصیلات میں بغرا خاں کے متعلق ان کا بیان ہے: " وسلطان آں ملک را بہ پسر خورد خویش بغرا خاں حاکم سامانہ کہ آخر سلطان ناصر الدین خطاب یافت با چتر و دورباش دادہ تختگاہ رسید" (منتخب التواریخ ج ۱ ص ۱۳۰) پھر بلبن کے بڑے لڑکے کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں: " بجہت

تدارک ایں فتنہ پسر بزرگ خود سلطان محمد راکہ مشہور بخان شہید وقاآن ملک است چتر و دورباش واسباب وعلامات سلطنت دادہ ولی عہد گردانیدہ" الخ (منتخب ج ۱ ص ۱۳۰) پس منتخب التواریخ کے مطبوعہ نسخہ میں جو غلطی ہے وہ غالباً اصل نسخوں کے ناقلین کی بے احتیاطی سے پیدا ہوئی ہے اور اگر یہ سہوِ قلم ملا صاحب ہی سے سرزد ہو گیا ہو تو اس سے نفس واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس قسم کی مسامحتوں کی نشاندہی سے مؤلف کا اصل مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسرا الزام جتنا سنگین نظر آتا ہے اتنا ہی مہمل ہے۔ کم از کم معتبر اصحابِ قلم کو ایسی بے بنیاد باتیں لکھتے ہوئے تامل سے کام لینا چاہیئے۔ یوں تو ملا صاحب سے سہو و فروگذاشت کا واقع ہو جانا ممکناتِ عادیہ میں سے ہے لیکن جس مسامحت کی نشاندہی کی جائے اس کے متعلق غور کر لینا چاہیئے کہ نفس الامر میں یہ مسامحت واقع بھی ہوئی یا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ملا صاحب کے کسی لفظ سے یا ان کے اسلوب نگارش سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کو سلطان ناصر الدین محمود اور بلبن کے لڑکے ناصر الدین والی لکھنوتی کا دھوکا ہوا ہو۔ نیز بدایونی کے اصل بیان سے صراحۃً یا اشارۃً یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی کہ بدایونی کے خیال میں شمس دبیر کا قصیدہ ناصر الدین محمود بغرا خاں کے بجائے سلطان ناصر الدین محمود کی شان میں تھا۔ مؤلف نے غالباً اس خیال سے بدایونی پر ردّہ جمایا ہے تاکہ عمید تولکی کے قصیدہ کے بارہ میں ان کا نظریہ صحیح قرار پا جائے۔ بہر حال بدایونی کی عبارت کا اگر وہ مفہوم لیا جائے جو مؤلف نے سمجھا ہے تو وہ یقیناً ایک خودساختہ مفہوم ہوگا جس سے اصل عبارت قطعی طور پر بے گانہ ہے۔ بدایونی کے متعلق اس موقعہ پر اتنی بات کہی جا سکتی ہے کہ انھوں نے شمس دبیر کو عہدِ ناصری کا شاعر قرار دیا تھا تو اس عہد سے متعلق شاعر کی زندگی پر کچھ روشنی کا ڈالنا ضروری تھا لیکن غایتِ اختصار پسندی (دیکھو منتخب التواریخ ج ۱ ص ۷) کی بنا پر انھوں نے شاعر کی تقریباً پوری زندگی کا خلاصہ چند فقروں میں پیش کر دیا ہے جس سے بے طائرانہ نگاہ ڈالنے والوں کو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔

بدایونی کی مذکورۂ بالا عبارت میں جہاں امیر خسرو اور غرۃ الکمال کا حوالہ آیا ہے ہشت بہشت

کا نام بھی درج ہے اور اس پر مؤلف کو تعجب ہے (ص ۲۷۶) میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مطبوعہ یا بعض قلمی نسخوں میں "و در آخر ہشت بہشت" کے جو الفاظ ملتے ہیں بہت ممکن ہے کہ بدایونی کے اصل نسخہ میں یہ الفاظ نہ ہوں اور بعد میں الحاق کر دیئے گئے ہوں۔ منتخب التواریخ کا وہ معتبر نسخہ جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے اس میں "و در آخر ہشت بہشت" کے الفاظ نہیں ہیں (نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی، زیر شمارہ ۱۱۹ فارسی برگ ۲۷ ب) کلکتہ کا مطبوعہ نسخہ جس قدر سقیم اور ناقابل اطمینان ہے اس کا اندازہ مؤلف کو بھی ہوا ہوگا یہ کتاب جس نسخہ کے مطابق چھاپی گئی ہے وہ اغلاط سے پُر تھا۔ رین کنگ (Ran King) نے اپنے ترجمہ میں اول الذکر نسخہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے لیکن اس موقعہ پر اس نے اس صحیح نسخہ کا خیال نہیں کیا ہے چنانچہ ہشت بہشت کے متعلق حاشیہ میں لکھتا ہے کہ "ہشت بہشت کے اخیر میں کسی ابو حنیفہ کی تعریف کی گئی ہے اس سے شاید شمس دبیر ہی مراد ہوگا"۔ حالانکہ ہشت بہشت کے اخیر میں جیسا کہ مؤلف نے واضح کیا ہے شہاب مہمرہ کی تعریف کی گئی ہے۔

(۶) اخیر میں کچھ متفرق باتیں عرض ہیں :-

عوفی کی کتاب جوامع الحکایات ولوامع الروایات کے چند مآخذ کو شمار کرتے ہوئے مؤلف نے اپنی طرف سے تصرف کر کے بعض اسماء کو ناقابلِ فہم بنا دیا ہے۔ اور بعض دوسرے اسماء میں جو تصحیف و تحریف ہو گئی ہے وہ کتابت کی خامی ہوگی مثال کے طور پر تاریخ العباس کا صحیح نام تاریخ خلفاء بنی عباس ہے۔ عین الاخبار کے بجائے عیون الاخبار ہونا چاہیئے (اس کا مصنف نجم الدین عمر النسفی بتایا گیا ہے لیکن اس نام کی مشہور کتاب ابن قتیبہ دینوری کی ہے)۔ نوادر کتب حکایتی کچھ عجیب نام ہے شاید اس کتاب کا ذکر جوامع الحکایات کے مآخذ کی فہرست میں نہیں۔ تفسیر ابن القلبی کے بجائے تفسیر ابن الکلبی صحیح ہے ابن الکلبی النساب اور تفسیر کے لئے مشہور ہے۔ (ص ۸۴)

مؤید جاجرمی کے متعلق اگر مؤلف چاہتے تو قرائن سے کچھ بات لکھ سکتے تھے۔ برنی کی تاریخ میں سلطان جلال الدین خلجی کے ندماء کے ضمن میں یہی نام آتا ہے (فیروز شاہی ص ۱۴۷، ۱۹۹، ۲۰۱ کلکتہ) ممکن ہے کہ اس نے طویل زندگی پائی ہو۔ اور نٹیل کالج میگزین بابت فروری و مئی ۱۹۵۳ء

میں مؤید جاجرمی کے متعلق بعض مفید اطلاعات درج ہیں۔

صبح گلشن میں صاحب طبقات ناصری کی طرف دو رباعیاں منسوب ہیں جو بہ قول مؤلف مولانا منہاج کی نہیں ہیں بلکہ ان کے والد بزرگوار کی بتائی جاتی ہیں (ص ۱۹۵۔) مؤلف کسی ماخذ کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ حوالہ دینا ضروری تھا۔ میرے علم میں عوفی نے دونوں رباعیاں صاحبِ طبقات ناصری کے والد کے ترجمہ میں نقل کی ہیں۔ (لباب الالباب ج ا ص ۲۸۴)

حضرات صوفیہ اور فقہاء و علماء کا ذکر مؤلف نے جا بجا کیا ہے اسی طرح دوسرے فنون میں دست رس رکھنے والوں کے چند نام تاریخ میں محفوظ رہ گئے ہیں ان کا بھی ذکر کر دیا جاتا تو میرے خیال میں مؤلف کو اپنے موضوع سے بہت دور جانا نہ پڑتا اور کتاب میں کچھ فوائد کا اضافہ بھی ہو جاتا۔ مثلاً بلبن کے عہد میں طب و نجوم کے بڑے ماہرین موجود تھے مولانا حمید الدین مطرز کی شخصیت فنِ طب اور نجوم میں بے نظیر تھی گویا اس عہد کے بقراط و جالینوس تھے۔ مولانا حسام الدین ماریکہ کا شمار بھی طب کے ماہرین میں تھا۔ مولانا بدر الدین دمشقی کمالِ فن کے ساتھ زہد و اتقا میں یگانہ تھے اور ان کے کمالِ فن پر ضیاء برنی کافی روشنی ڈالتا ہے (فیروز شاہی: ص ۱۱۲، ایضاً ص ۳۶۲ کلکتہ)

مجھے فاضل مؤلف کے ذوقِ تحقیق سے قوی امید ہے کہ سطور بالا کو علمی خلوص پر محمول فرمائیں گے کہ اسی جذبہ کے ماتحت میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کتاب مجموعی حیثیت سے اپنے موضوع پر اردو زبان میں انفرادیت کی حامل ہے۔ تمہیدی سطور میں اس کی اہمیت دکھائی جا چکی ہے اور جزوی فروگذاشتوں سے اس کی اہمیت میں فرق نہیں پڑتا۔

تصحیح

گذشتہ شمارہ میں حضرت روشؔ صدیقی کی جو نظم "حریم نیم شبی" شایع ہوئی ہے اس میں کتابت کی دو غلطیاں رہ گئی ہیں ناظرین اس طرح ملاحظہ فرمائیں۔ بند ۲ میں گم نگاہ کی جگہ "کم نگاہ" ہے اور بند ۶ کے پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ یوں ہے۔

"بیٹھے ہوں جس کے خوف سے پیر شکستہ حال"